اے نبی ﷺ کہدو کہ ہمیں جو کچھ پہنچتا ہے وہ اللہ کی طرف سے لکھا ہوتا ہے وہی ہمارا مولی ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

توکل کی حقیقت

اے نبی ﷺ کہہ دو کہ ہمیں جو کچھ پہنچتا ہے وہ اللہ کی طرف سے لکھا ہوتا ہے وہی ہمارا مولیٰ ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی

بیت العلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

موضوع : توکل کی حقیقت

بیان : جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ضبط و ترتیب : محمد ناظم اشرف (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

مقام : جامع مسجد بیت المکرم

باہتمام : محمد ناظم اشرف

ناشر : بیت العلوم ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور۔
فون ۷۳۵۲۲۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم : ۲۰ نابھہ روڈ پرانی انارکلی لاہور

ادارہ اسلامیات : ۱۹۰ انارکلی لاہور

ادارہ اسلامیات : چوک اردو بازار کراچی

دارالاشاعت : اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت القرآن : اردو بازار کراچی نمبر ۱

ادارۃ المعارف : ڈاکخانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم : جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

ادارۃ القرآن : چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی

مکتبہ سید احمد شہید : الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿توکل کی حقیقت﴾

بعد از خطبہ:

عن سعید بن المسیبؒ ان سلمان
وعبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما التقیا
فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک
قبلی..... واعلمنی مالقیت وان لقیتہ
قبلک لقیتک واخبرتک فتوفی احدھما
ولقی صاحبہ فی المنام فقال لہ توکل
وَاَبْشِرْ فَاِنِّیْ لم ار مثل التوکل قال ذلک
ثلث مرّارٍ۔

دو صحابیوں کا ایک معاہدہ

یہ ایک واقعہ ہے جو حضرت سعید بن المسیبؒ نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ اونچے درجے کے تابعین، اولیاء کرام اور محدثین میں سے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آپس میں ملے، یہ دونوں صحابی پہلے اہل کتاب میں سے تھے۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی پہلے تو نصرانی رہے پھر یہودیت بھی انہوں نے اختیار کی اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ بن سلام پہلے یہودی تھے، یہود کے سردار مانے جاتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمادی۔ اب ان دونوں بزرگوں نے اپنی اس ملاقات میں ایک دوسرے سے ایک معاہدہ کیا کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تمہارا انتقال پہلے ہو جائے تو تم مجھے خواب میں آکر بتانا کہ تمہارے ساتھ کیا گزری اور اگر میرا انتقال پہلے ہو گیا تو میں تمہیں خواب میں آکر بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا گذری اور کیا حالات وہاں

پر دیکھنے میں آئے؟

اللہ تعالیٰ لاج رکھتے ہیں

ویسے تو یہ انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے دوسرے کے خواب میں آجائے لیکن اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ کے بھروسے پر کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھتے ہوئے ان کی بات کو سچا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

﴿ رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب
لواقسم علی اللہ لابرہ ﴾

"بعض لوگ بظاہر بڑے پراگندہ حال و بال ہوتے ہیں اور لوگ ان کو اپنے دروازوں سے دھکے دیکر نکال دیتے ہیں۔ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے خواہ ایسی بات کی قسم کھائیں جو ان کے

اختیار میں نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی خاطر اتنی عزیز ہوتی ہے کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ پوری کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب کہ دو عورتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور ان میں سے ایک نے دوسری کا دانت توڑ دیا۔ یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ چونکہ اس وقت تک قصاص کا قانون نازل ہو چکا تھا اس لیے حضور ﷺ نے قصاص کا فیصلہ سنا دیا۔ اب وہ عورت کہ جس سے دانت کا قصاص لینا تھا ان کے ایک عزیز جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا بھی تھے، موجود تھے کہ اچانک ان کے منہ سے نکلا۔

﴿ لا واللہ لا تکسر ثنیتھا یارسول اللہ ﷺ ﴾

"یارسول اللہ! میں قسم کھاتا ہوں کہ اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔"

اب اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس مظلوم خاتون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگرچہ مجھے اس کا دانت توڑنے کا حق حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار بھی تو دیا ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں۔

ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں مجھے اسی کے بدلے معاف فرما دیں۔ یوں اس عورت کا دانت ٹوٹنے سے بچ گیا۔ اس موقع پر آنحضور ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث ارشاد فرمائی۔

آخرت کے حالات مزید معلوم نہیں ہو سکتے

خیر! ان دونوں صحابہ کرامؓ میں سے ایک کا انتقال پہلے ہو گیا تو دوسرے کو اسی بات کا انتظار رہا کہ وہ خواب میں آ کر انہیں وہاں کے حالات بتائیں۔ چنانچہ وہ خواب میں آگئے، اب ان کو یہ خیال تھا کہ یہ وہاں کے حالات اور کیفیات کے بارے میں بتلائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو ایسا پردہ راز میں رکھا ہے کہ کسی کو بھی اس کی خبر کسی طریقے سے نہیں ہو پاتی۔ بس جو علم اللہ تعالیٰ نے دے دیا اور سرور کائنات ﷺ نے جو کچھ بتلا دیا اس سے آگے جانے کی کسی میں مجال ہی نہیں ہے۔

یہاں کے حالات دیکھنے کے ہیں، بتانے کے نہیں

میں نے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہ سے ایک واقعہ سنا کہ

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ ہم جو مرنے کے بعد کے حالات پڑھتے ہیں تو محض تصور سے تو اس کی تفصیل سمجھ میں نہیں آسکتی' اس لیے آپ کوئی ایسی ترکیب بتایئے کہ جس کے ذریعے ہمیں تمام تفصیلات اچھی طرح معلوم ہو جائیں۔ ان بزرگ نے کہا اچھا! میں تمہیں بتانے کی کوشش کروں گا۔ تم ایسا کرنا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے دفن کے وقت میرے ساتھ ایک قلم اور کاغذ رکھ دینا اور دفن کے کچھ دن بعد تم میری قبر پر آنا تو وہاں پر تمہیں ایک پرچہ رکھا ہوا ملے گا جس میں وہاں کے حالات لکھے ہوں گے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور کچھ دن کے بعد جب وہ ان کی قبر پر پہنچا تو واقعۃً وہاں ایک پرچہ پڑا ہوا پایا، اب یہ شخص بڑی خوشی اور شوق سے آگے بڑھا کہ اس کے ذریعے مجھے وہاں کے حالات معلوم ہوں گے لیکن جب اس نے پرچہ اٹھا کر دیکھا تو اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ یہاں کے حالات دیکھنے کے ہیں بتانے کے نہیں۔ اور اسی عالم کے حالات کو مخفی رکھنے میں بھی حکمت ہے کہ اگر کسی وقت عالم برزخ کے مناظر سامنے آجائیں تو کوئی انسان بھی دنیا کا کوئی کام کر ہی نہ سکے۔ اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ قبر میں جب

عذاب ہوتا ہے تو بعض اوقات جانور بھی اس کی آواز سن لیتے ہیں لیکن انسان کو وہ آواز نہیں سنائی دیتی کیونکہ اگر انسان وہ آواز سن لے تو پھر وہ دنیا کے کام نہیں کر سکے گا۔

عالم برزخ میں توکل کی اہمیت

بہر حال! جو صحابی خواب میں آئے انہوں نے انہیں وہاں کے حالات تو نہ بتائے البتہ ایک ایسا جملہ بتا گئے جو ہمارے اور آپ کے عمل سے تعلق رکھتا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں یہاں آنے کے بعد جس چیز کو شدت سے محسوس کر رہا ہوں وہ توکل ہے۔ اگر تم نے اللہ پر بھروسہ کر لیا تو پھر خوشخبری سن لو کہ اس کا انجام بہت بہتر ہے اس لیے کہ اس جہان میں آنے کے بعد میں نے توکل کے علاوہ کسی اور صفت کو نہیں دیکھا جو انسان کے درجات کو بلند کر دے۔

توکل کا معنی

توکل کے لفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاحی معنی اللہ پر بھروسہ کرنے کے ہیں۔ یعنی اس کائنات میں ہونے والے

تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت، قدرت اور اس کی حکمت سے ہو رہے ہیں۔ اور توکل در حقیقت توحید ہی کا ایک لازمی حصہ ہے کیونکہ توحید صرف کلمہ طیبہ زبان سے پڑھ لینے کا نام نہیں ہے بلکہ توحید کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ چنانچہ جب " لا الہ الا اللہ" کہا تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کائنات میں نہ کوئی عبادت کے لائق اور نہ کوئی محبت کے لائق، اس کائنات میں نہ کسی کے پاس قدرت اور نہ وسعت، اس کائنات کے اندر ہونے والے تمام تصرفات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو رہے ہیں۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ " توحید خدا، خدا را واحد دیدن است نہ کہ واحد گفتن" یعنی در حقیقت توحید اللہ کو ایک دیکھنے کا نام ہے نہ کہ ایک کہنے کا۔ مطلب یہ کہ فقط زبان سے ایک کہہ دینا کافی نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی آنکھ سے دیکھے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو رہا ہے، اسی کو توحید کہا جاتا ہے اور اسی کا ایک لازمی تقاضا توکل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ اسباب پیدا کر رکھے ہیں لیکن وہ اسباب فی نفسہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے، ان اسباب

میں قوت پیدا کرنے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، اسی کو توکل کہا جاتا ہے۔ اب توکل کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا نہ کہ اسباب وذرائع پر۔ اگرچہ اسباب اختیار کرنے کا ہمیں شریعت ہی نے حکم دیا ہے لیکن انسان اسباب کو اختیار کرتے ہوئے یہ سوچ لے کہ اس کی اپنی ذات میں کچھ نہیں رکھا بلکہ اس میں قوت دینے والی ذات کوئی اور ہے لہٰذا اصل رجوع مجھے اسی کی طرف کرنا چاہئے۔

توکل کا صحیح مفہوم

مثال کے طور پر کسی شخص کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ اب بیماری کا علاج کرنا تو نبی کریم ﷺ کی سنت بھی ہے لیکن ایک مسلمان کے دوا کھانے میں ایک کافر کے ساتھ امتیاز ہونا چاہیے۔ کیونکہ کافر جو کہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا اس کا سارا بھروسہ اس دوا پر ہے۔ لیکن ایک مسلمان جب دوا کھاتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ یہ دوا کوئی حقیقت نہیں رکھتی، اس دوا کے اندر تاثیر پیدا کرنے والی کوئی اور ذات ہے اور اسی کو ''توکل'' کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ یہ اعتقاد

ایک مسلمان کے دل میں ہوتا ہے مگر عمل کے وقت اس کا دھیان نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر عمل کے وقت دھیان ہوگا تب جا کر توکل کا صحیح مفہوم حاصل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس بات کا مشاہدہ بھی کراتے رہتے ہیں کہ اسباب انسان کو دھوکہ دے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ ایک دوا کسی بیماری میں بڑی موثر ثابت ہوئی لیکن دوسری مرتبہ اسی مرض میں وہی دوا کھانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

دوا بھی تاثیر کی اجازت طلب کرتی ہے

ہمارے ایک بزرگ ڈاکٹر صغیر احمد ہاشمی صاحب تھے جو کہ حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے خاص معالج اور بڑے تجربہ کار ڈاکٹر تھے۔ ایک دن میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری ساری عمر کا تجربہ یہ ہے کہ دوا جب مریض کے حلق میں جاتی ہے تو (اللہ تعالیٰ سے) پوچھتی ہے کہ کیا اثر کروں؟ فائدہ یا نقصان؟ پھر جو اشارہ وہاں سے ملتا ہے اس کے مطابق وہ دوا کام کرتی ہے۔ یہی بزرگ ہمیں سناتے تھے کہ کسی وقت میں لاہور کے گنگارام ہسپتال کا انچارج ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ میں رات کے وقت ہسپتال میں گیا تو وہاں میں نے

واپسی کے وقت موجود عملے سے کہا کہ جو چھ نمبر بیڈ کا مریض ہے اس پر میں ساری تدبیریں اختیار کر چکا، اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں بس یہ ایک دو گھنٹے کا مہمان ہے۔ جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اس کی اطلاع کر دینا، اور وہ جو ۱۲ نمبر بیڈ کا مریض ہے وہ اب تندرست ہو چکا ہے، صبح کو تم اسے چھٹی دے دینا کیونکہ مجھے صبح آنے میں دیر ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب میں اگلے دن وہاں پر گیا تو معلوم ہوا کہ چھ نمبر بیڈ والا مریض تو صحت یاب ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہو چکا ہے اور ۱۲ نمبر بیڈ کا مریض فوت ہو چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ دوا اپنا اثر دکھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اجازت لیتی ہے پھر اپنا اثر دکھاتی ہے۔

توکل اس چیز کا نام نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توکل اس چیز کا نام ہے کہ انسان تدبیر کیے بغیر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے۔ خوب سمجھ لیجیے کہ توکل اس کا نام ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ میں اپنی اونٹنیوں کو چرانے جاتا ہوں تو نماز کے وقت ان اونٹنیوں کو باندھ دیا کروں یا کھلا رہنے دیا کروں اور اللہ

پر توکل کرلوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اس کی پنڈلی کو رسی سے باندھو پھر توکل کرو یعنی اسباب اختیار کرنے کے بعد توکل کرو۔

ہماری مثال

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ بطور تمثیل سنایا کرتے تھے کہ ایک دیہاتی ہندو تھا۔ جس زمانے میں ہندوستان کے اندر نئی نئی ریل چلی تو اس نے دیکھا کہ سارا کا سارا شہر خود خود بھاگا چلا جارہا ہے اُسے بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس نے حیرانی سے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیسے خود خود چل رہی ہے۔ تو کسی نے کہا کہ بھئی! یہ گاڑی خود سے نہیں چل رہی بلکہ درحقیقت گارڈ جب سبز جھنڈی ہلاتا ہے تو اس وقت ریل چلتی ہے' اس لیے اصل تو گاڑی چلانے والی سبز جھنڈی ہے۔ اس نے یہ سن کر سبز جھنڈی کو بڑا معزز سمجھا اور جا کر اس کی تعظیم کرنے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ سبز جھنڈی بڑی طاقتور ہے کہ اتنی بڑی ریل کو چلارہی ہے۔ لوگوں نے اس سے کہا درحقیقت یہ گارڈ کے ایک ہاتھ کا کمال ہے جس میں

اس نے یہ جھنڈی اٹھائی ہوئی ہے۔ اس لیے اصل وہ گارڈ ہے، سبز جھنڈی کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ اس نے گارڈ کے پاس جاکر اس کی تعریف شروع کردی کہ آپ تو بہت طاقتور آدمی ہیں کیونکہ آپ ہی کی بدولت یہ پوری گاڑی چلتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو اتنا طاقتور آدمی نہیں ہوں کہ اس گاڑی کو چلا سکوں اصل تو ڈرائیور ہے جو سب سے آگے بیٹھا ہے، وہ گاڑی چلاتا ہے۔ پھر وہ شخص ڈرائیور کے پاس پہنچ کر اس کو کہتا ہے کہ تم تو بڑے طاقتور ہو کہ اتنی بڑی گاڑی چلا رہے ہو۔ اس نے کہا کہ بھئی! میں تو کوئی طاقتور آدمی نہیں بس یہ چند پرزے ہلاتا ہوں اس سے یہ گاڑی چلتی ہے اور یہ پرزے بھی خود کچھ نہیں بلکہ ان کے پیچھے بھاپ کی طاقت ہے جو اسے چلاتی ہے۔ اب یہ دیہاتی بے چارہ اس مقام پر پہنچ کر رک گیا کہ اس کو کون چلاتا ہوگا؟ لیکن اگر غور و فکر کی نظر ہوتی تو سمجھ لیتا کہ بھاپ میں بھی کوئی طاقت نہیں، اس میں طاقت پیدا کرنے والی بھی کوئی اور ہستی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اس دیہاتی کی طرح کبھی سبز جھنڈی پر بھروسہ کر لیا کبھی گارڈ پر، کبھی ڈرائیور پر اور کبھی بھاپ پر، اور اس سے آگے جو سب سے بڑی طاقت

ہے اس کی طرف دھیان نہیں جاتا جس کی وجہ سے توکل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ توکل یہ ہے کہ انسان ہر چیز میں یہ نظریہ رکھے کہ اس کام میں کچھ بھی نہیں رکھا، حقیقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اس کام کو کر رہے ہیں۔

اور اس بات کا استحضار کرنے کے لیے شریعت نے کچھ احکام دیئے ہیں مثلاً قرآن کریم میں فرمایا:

﴿ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا
اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ (الکھف ۲۳)

"کبھی بھی کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہو کہ
میں یہ کل کروں گا بلکہ ساتھ یہ کہو انشاء اللہ
یہ کام کروں گا۔"

انشاء اللہ کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ کا حکم اور اس کی مشیت ہوئی تو میں فلاں کام کروں گا۔

آج لوگوں نے انشاء اللہ کا معنی ہی بگاڑ کر رکھ دیا اور یہ سمجھ لیا کہ انشاء اللہ کہنے سے کچا ارادہ مراد ہوتا ہے۔ حالانکہ در حقیقت انشاء

اللہ کا مقصود یہ ہے کہ دل میں اس بات کا استحضار پیدا کیا جائے کہ کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

ایک قصہ

حضرت تھانویؒ نے اپنے کسی وعظ میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب راستے میں چلتے ہوئے اپنے کسی دوست سے ملے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ بکری خریدنے جا رہا ہوں! اس نے کہا کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو انشاء اللہ کہہ لیا کرو۔ انہوں نے کہا انشاء اللہ کا کیا مقصد؟ پیسے میری جیب میں ہیں، بکری بازار میں ہے' جاؤں گا اور بکری خرید کر لے آؤں گا۔ اور یہ کہہ کر چل دیے۔ اب جب آگے چلے تو راستے میں جیب کٹ گئی جس کی وجہ سے وہ بکری نہ خرید سکے۔ چنانچہ واپسی کے ارادے سے روانہ ہوئے تو راستے میں وہی صاحب پھر مل گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہوا تو کہا کہ میں انشاء اللہ بکری خریدنے گیا تھا تو انشاء اللہ میری جیب کٹ گئی اور انشاء اللہ میں بکری نہیں خرید سکا۔

غرضیکہ توکل کی تعلیم در حقیقت اس لیے دی گئی ہے کہ

انسان کو یہ استحضار رہے کہ میں کوئی بھی کام اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں کرسکتا اور یہ چیز انشاء اللہ کہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی کی وجہ سے پھر انسان کی نظر اسباب سے ہٹ کر مسبب کی طرف چلی جاتی ہے۔ آپ ذرا اپنا جائزہ لیکر دیکھیں کہ بیماری ہوتی ہے تو سارا زور سبب یعنی دوا پر ہوتا ہے۔ لیکن اس دوا کے اندر تاثیر پیدا کرنے والے کی طرف رجوع ہر ایک کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب بھی دوا کھائیں تو یہ نیت کر لیا کیجیے کہ یا اللہ! یہ دوا تو کھا رہا ہوں آپ اس میں تاثیر بھی ڈال دیجیے تو توکل پر عمل ہو جائے گا۔ اسی طرح تجارت وغیرہ کے اندر بھی یہی حکم ہے۔

بعض بزرگوں کا طریقہ توکل

اس مقام پر تھوڑی سی تفصیل مزید عرض کر دوں کہ جس کے بارے میں ذہنوں میں اکثر خلجان رہتا ہے۔ بعض بزرگوں نے توکل کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ انہوں نے معاش کا کوئی کام کیا ہی نہیں' مثلاً اپنے گھر یا جنگل میں بیٹھ گئے اور کوئی کام نہیں کیا جس سے کبھی فاقہ کی نوبت بھی آئی اور کبھی اللہ نے عطا بھی فرمادیا اور خود حضور

اقدس ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ کرامؓ کا بھی یہ حال تھا۔ مثلاً اصحاب صفہ حضور ﷺ سے علم حاصل کرنے کی خاطر صفہ پر آ کر پڑ گئے تھے اور مقصد صرف قال اللہ و قال الرسول کی تعلیم حاصل کرنا تھا۔اب ظاہری طور پر ان کے معاش کی کوئی صورت نہ تھی اور وہ صفہ پر اس ارادے سے آئے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا تو کھالیں گے ورنہ صبر کر لیں گے۔ بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو بھائی آیا کرتے تھے۔ایک بھائی بر سر روزگار اور ہنر مند اور محنت مزدوری کے ذریعے کمانے والا تھا۔ اور دوسرا بھائی اکثر حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا احادیث سنتا رہتا تھا' تو اس بر سر روزگار بھائی نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ یارسول اللہ! میرا یہ بھائی کوئی کام نہیں کرتا، ہر وقت آپ ہی کے پاس بیٹھا رہتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

﴿لعلك ترزق به﴾

''کہ اس پر اعتراض نہ کرو کیا خبر؟ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی کی وجہ سے رزق عطا فرما رہے ہوں۔''

یعنی حضور علیہ ﷺ نے اس توکل پر نکیر نہیں فرمائی اور اسی طرح یہ سلسلہ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام تک منتقل ہوتا رہا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انہیں کئی وقت کا فاقہ ہو گیا۔ ایک آدمی نے آ کر کھانے کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں! دیگیں چڑھ رہی ہیں یعنی یہاں فاقے کر لو اور جنت میں مزے لے لو۔ اسی لیے بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ ایک طرف تو کسب معاش کے لیے تدابیر اختیار کرنے کے بعد توکل کا حکم ہے اور دوسری طرف بعض بزرگوں کا یہ معمول ہے۔

اسباب کی تین قسمیں

تو خوب یاد رکھیے! کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا ہر کام سبب سے وابستہ کر رکھا ہے لیکن اسباب کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

ایسے اسباب ترک کرنا حرام

ا۔ وہ اسباب کہ جن سے عادتاً نتیجہ مرتب ہو جاتا ہے مثلاً انسان کو بھوک لگے تو کھانا بھوک مٹانے کا سبب ہے اور کھانا ایسا سبب ہے کہ

جس پر نتیجے کا مرتب ہو جانا تقریباً یقینی ہے۔ چنانچہ آج تک سوائے کسی غیر معمولی شخص کے کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کھانا کھایا لیکن اس کی بھوک نہ مٹی، ایسے اسباب کو ترک کرنا حرام ہے۔ یعنی اگر کسی شخص کے سامنے کھانا موجود ہو اور وہ کہے کہ میں اللہ پر توکل کرتا ہوں کہ وہ میری بھوک مٹا دے گا اور اس کھانے کو نہیں کھاتا تو یاد رکھیں کہ اگر وہ شخص اسی حالت میں مر گیا تو وہ حرام موت مرے گا، کیونکہ سبب یعنی کھانا کھانے کو اختیار کرنا فرض اور واجب ہے۔ نیز بزرگانِ دین میں سے کسی ایک سے بھی اس سبب کو ترک کرنا منقول نہیں۔

ایسے اسباب کو ترک کرنا ناجائز

۲۔ اسباب کی دوسری قسم وہ اسباب ہیں جن پر کبھی تو نتیجہ مرتب ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں جیسے دوا کی مثال ہے کہ وہ کبھی فائدہ دیتی ہے اور کبھی نہیں، ان کو "ظنی اسباب" کہا جاتا ہے اور ان کا حکم یہ ہے کہ ہم جیسے کمزور لوگوں کے لیے ایسے اسباب کو بھی ترک کرنا جائز نہیں، ان اسباب کو اختیار کرنے کے بعد پھر اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے

لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خصوصی تعلق عطا فرمایا ہے ان کے لیے ایسے اسباب کو ترک کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ سے کسی حال میں بھی شکوہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر قوی ایمان رکھنے والے لوگ بعض اوقات اس قسم کے اسباب ترک کر دیتے ہیں کہ اگر کھانا وغیرہ موجود ہے تو اس کو ترک نہ کیا لیکن روزگار کے حصول کے معاملے میں توکل کیا چنانچہ خود حضور ﷺ نے، بعض صحابہ نے اور بہت سے بزرگان دین نے بھی ایسا کیا۔ اگر کسی میں قوت برداشت ہو تو ایسا کرنا بھی جائز ہے لیکن یہ ہم جیسے کمزوروں کے لیے نہیں کیونکہ ہم میں قوت نہیں۔ اگر کوئی نقل بھی اتارنا چاہے تو مارا جائے گا۔ لہٰذا اس میں نقل بھی کرنی مناسب نہیں ہے۔

توکل پر ایک واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک صاحب نے یہ بات سنی کہ اللہ کے بعض قوی بندے اللہ پر توکل کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کو نوازتے ضرور ہیں۔ اگرچہ کچھ دیر سویر ہو جائے لیکن پھر بھی وہ فراخی سے زندگی

گذارتے ہیں۔ چنانچہ ان صاحب نے بھی یہ کام کرنے کا ارادہ کیا اور جنگل میں جا کر بیٹھ گئے۔ اب ایک دن، دو دن، حتیٰ کہ تین دن گذر گئے اور فاقے پر فاقے ہو رہے ہیں اور کوئی بھی نہیں آرہا، تو طرح طرح کے خیالات دل میں پیدا ہونے لگے، لیکن جب تیسرا دن گذر گیا تو دیکھا کہ ایک صاحب خوان لیے چلے آرہے ہیں۔ ان کی جان میں جان آئی کہ اب کام بن گیا لیکن اس شخص نے وہاں پہنچ کر یہ کیا کہ پیٹھ پھیر کر بیٹھ کر خود کھانے لگا' اب یہ تو سمجھے تھے کہ میرے لیے آرہا ہے اور اس نے خود کھانا شروع کر دیا تو تھوڑی دیر تک تو وہ دیکھتے رہے لیکن پھر رہا نہ گیا اور پیٹھ پھیر کر کھنکھارنا شروع کیا تاکہ اسے اپنی موجودگی کا احساس دلا سکیں۔ چنانچہ اس نے مڑ کر جب انہیں دیکھا تو کہا آیئے آپ بھی شریک ہو جایئے لہٰذا یہ بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔ بعد میں ان صاحب کی کسی سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہنے لگے کہ ہم نے تو یہ سنا تھا کہ توکل میں اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں سے انتظام کر ہی دیتے ہیں تو میرا تجربہ یہ ہے کہ ایسا ہو تو جاتا ہے لیکن کچھ کھنکھارنا پڑتا ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایسے توکل سے تو ہزار درجہ بہتر ہے کہ

انسان محنت مزدوری کر کے کما کر کھائے اور جس توکل میں کھنکھارنا پڑے اس توکل سے اللہ کی پناہ!

لہذا ہم جیسے کمزور لوگوں کے لیے یہ راستہ نہیں ہے بلکہ ہمارے لیے راستہ یہی ہے کہ ہم اسباب اختیار کریں، لیکن اس پر مکمل بھروسہ ہونے کے بجائے اللہ کی ذات پر ہو۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں تعبیر فرمایا

﴿ اجملوا فی الطلب وتوکلوا علیہ ﴾

" اعتدال کے ساتھ کسی چیز کی جستجو کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔"

ایسے اسباب توکل کے منافی ہیں

۳۔ اسباب کی تیسری قسم وہمی قسم کے اسباب ہیں، یعنی انسان اس چکر میں پڑا رہے کہ فلاں زمین خریدوں گا پھر اس کو بیچ کر فلاں جاگیر خریدوں گا اور پھر اس سے فلاں چیز خریدوں گا، یعنی ہر وقت خیالی منصوبے بناتا رہے تو یہ توکل کے منافی ہے۔ لہذا چاہیے کہ کسی چیز کی

جستجو میں اعتدال ہو لیکن اس قدر انہماک نہ ہو کہ اس کے علاوہ کسی اور طرف دھیان ہی نہ جائے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ!

خلاصہ یہ ہے کہ اسباب کو ضرور اختیار کریں لیکن ایک تو اس میں انہماک نہ ہو، دوسرے یہ کہ بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہو اور اسی سے انسان مانگے۔ جس کا راستہ یہ ہے کہ جب کوئی تدبیر کرنی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے کہ یااللہ! میں یہ تدبیر تو کر رہا ہوں لیکن اس تدبیر کا نتیجہ نکالنا آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اے اللہ! اس کو کامیاب کر دیجیے۔ اسی کو نبی کریم ﷺ نے اس مختصر سے جملے میں بیان فرمایا۔

﴿ اللهم هذا الجهد وعليك التكلان ﴾

"اے اللہ! یہ میری کوشش ہے لیکن بھروسہ آپ ہی پر ہے۔"

تدبیر خواہ کسی بھی صورت میں چاہے وہ تدبیر ملازمت کی صورت میں

ہو یا تجارت کی، حصول علم کی یا علاج مرض کی بہر صورت اس دعا کو پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا کرو۔ انشاء اللہ توکل کی دولت حاصل ہو جائے گی۔

رجوع الی اللہ کی عادت اپناؤ

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ تم کہاں وہ مجاہدے کرو گے جو پہلے بزرگوں نے کیے، اس لیے تمہیں چھوٹے چھوٹے چٹکلے بتا دیتا ہوں کہ اگر ان پر عمل کر لو گے تو انشاء اللہ محروم نہیں رہو گے۔ وہ چٹکلے یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی عادت ڈالو۔ یہاں تک کہ اگر گھر سے کسی مقصد کے لیے نکلے ہو اور وہاں سواری کے ذریعے جانا ہے تو اس کو اختیار کرو لیکن دل میں یہ خیال لاؤ کہ اے اللہ! یہ سواری تو آپ نے مجھے دے دی اب اس کو منزل مقصود تک آپ پہنچا دیجیے۔ اور ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ سے یہ منقول دعا بھی پڑھ لیا کرو۔

۱۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ﴾ (سورۃ الزخرف : ۱۳)

"پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر فرمادیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے۔"

۲۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ﴾

"اے اللہ! سفر کے ساتھی بھی آپ ہیں اور میرے پیچھے میرے گھر والوں، مال اور اولاد کی نگہبانی کرنے والے بھی آپ ہیں۔"

۳۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ﴾

"اے اللہ میں سفر کی مشقت سے اور بری حالت کے دیکھنے سے اور گھر بار، اہل و عیال میں بری واپسی سے آپکی پناہ چاہتا ہوں۔"

یعنی اسباب کو اختیار کرنا تو ہے لیکن نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔

توکل ایسے اختیار کرتے ہیں

غرض توکل کے بارے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد میں نے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی' یعنی اس کی وجہ سے جو درجات بلند ہوتے ہیں وہ کسی اور عمل کی بدولت نہیں ہوتے۔ لہذا اس کو حاصل کرنا ہم سب کے لیے ضروری ہے جس کی ہمیں مشق کرنی ہے۔ ہمارے حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے "الحمد للہ کبھی اسمیں تخلف نہیں ہوتا" کہ جب کوئی شخص سوال کرنے کے لیے آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے تو میں فوراً دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ یااللہ! نا معلوم یہ کیا سوال کربیٹھے اس سوال کا صحیح جواب میرے دل میں ڈال دے" اسی کو توکل کہا جاتا ہے۔

نبی اکرم سرورِ دو عالم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو! اس

لیے کہ موچی اور پیسے سب اس کے تابع فرمان ہیں۔ جب تک اس کا حکم نہیں ہو گا آپ کے جوتے کا تسمہ بھی نہیں لگے گا۔ اور اس کا اندازہ عمل کے وقت ہو گا کہ یہ کیسی عجیب دولت ہے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ باتیں تم کو ایک لمحے میں بتا دیتا ہوں اس لیے اس کی قدر نہیں ہوتی جب اس کی مشق کرو گے تب اس دولت کے بارے میں پتہ لگے گا۔

توکل کا ایک لازمی حصہ یہ بھی ہے کہ جو دل میں خیر کا کام آئے اس کو اللہ سے ضرور مانگو لیکن پھر اللہ کے فیصلے پر راضی بھی رہو۔ اسی کو "رضا بالقضاء" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ جل شانہ کی طرف سے فیصلہ ہو جائے تو اس پر بہت زیادہ واویلا کرنے اور شور مچانے کی کوئی ضرورت نہیں، ہاں اگر طبعی طور پر فیصلہ دوسرا ہو جانے کی وجہ سے کچھ رنج و ملال ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھتے رہا کریں

﴿ أُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴾ (سورۃ المومن۔ ۴۴)

” میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔
وہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔